استاذ العلماء مخدوم محمد معین ٹھٹوی
مترجم: ابوسعید غلام مصطفیٰ قاسمی

جوہرۃ الثمین باثبات قدم التکوین

قیمتی موتی

صفت تکوین کے قدم کے اثبات میں

فصل: ہر وہ تحقیق جو گزر چکی انھوں نے تجھے یہ فائدہ دیا ہے کہ یہ کہنا کہ خلق کے سلسلہ کا ازل اور ابد میں منقطع نہ ہونا کسی محال کو لازم نہیں کرتا تو اس نے اس سے استحالت کو دور کر دیا ہے اور ادلہ شرعیہ کے خلاف کو بھی۔

پھر اگر کوئی یہ کہے کہ تو نے جو کچھ ذکر کیا اس سے زیادہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ممکن ہے اگر اس پر وجود کا ورود ہو تو اس پر ابطالات عقلیہ اور نقلیہ کا ورود نہیں ہوگا اور ہر ممکن کا اذعان اور اعتقاد کا وجود کا خارج میں لازم نہیں ہے جب تک کوئی نقل اور عقل سے اس پر دلیل دلالت نہ کرے۔

ہم جواب میں کہیں گے کہ اس کے دلالت کی غایت اس پر کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کے لیے آسمانوں اور زمین کے سوا کئی اور عالم اور جہاں ہیں۔ اس سے مراد وہ ہے جس کو فقیہ نے اپنی کتاب بستان میں ذکر کیا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اٹھارہ ہزار عالم اور دنیا ان میں سے ایک عالم ہے اور اس سے وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ زمین کو سفید زمین کی طرح پیدا کیا تیس بار، اس میں سورج کا چلنا دن ہے، جو

اللہ تعالیٰ کی خلق سے بھرا ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں جانتے اور وہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ جھپکنے جتنا قدر بھی اللہ کی بے فرمانی نہیں کرتے لوگوں نے پوچھا! اے اللہ کے رسولؐ وہ آدم کی اولاد میں سے ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا ہے۔ کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں ابلیس کہاں ہوگا؟ فرمایا کہ وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو پیدا کیا ہے۔ اور وہ پیدا کرتا ہے۔ ان کو جن کو تم نہیں جانتے جیساکہ اس کا پہلے نقل گزرا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے ایک خلق تھی اور اس سے ترمذی کی حدیث ہے جو پہلے گزری ہے اس میں ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ ہمارا رب کہاں تھا قبل اس کے کہ اللہ خلق کو پیدا کرے اپنے قول سے "کہا عماء میں تھا (حدیث کے آخر تک) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثابت فرمایا کہ ان ہر شئی کی پیدائش سے پہلے جیسا کہ لفظ کا اطلاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ ایک مخلوق تھی جس کا نام "عماء" تھا لیکن اہلِ کشف میں سے عارفوں کا کلام اور وہ نقل کے شارح ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کے مکاشفات کے نور سے بیان کرنے والے ہیں ان کی تصریح ہے کہ تحقیق تسلیت خلق بعض موجودات کی آسمانوں اور زمین سے پہلے ان میں سے ہے۔ جن کے لیے کوئی ابتدا نہیں ہے۔ شیخ اکبر کے قول کی طرح انسان کی ازلیت کا میلن کے ارواح کے قدم کے ارادہ پر یا مطلق ارواح اور قدم صادر اول کا اور ان کی یہ بھی صراحت ہے کہ آسمانوں اور زمین سے پہلے بہت سی مخلوقات تھیں یقینی طور پر عارف جزولی کا دلائل الخیرات میں کئی جگہوں پر اس کے التزام پر ذکر کرنا ہر کثیر عدد صلوٰۃ کا اس کے عدد پر اور اس کے عدد پر جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے پہلے اس کے کہ آسمان بنا کیے ہوئے تھے اور زمین بچھائی ہوئی تھی اور پہاڑ میخ کی طرح گاڑے ہوئے تھے اور سمندر جاری تھے اور سورج روشن تھا اور ستارے روشن تھے اور ایسی کثرت سے جو لاتناہی کی حد کو پہنچتی ہے۔ مثلیت میں آسمانوں کی پیدائش سے پہلے جس طرح ظاہر ہوتا ہے اس شخص کے لیے جو صدق کے ساتھ تامل کرتا ہے۔ شیخ ابوالحسن رفاعی کے قول میں جس کا بیان پہلے گزر چکا کئی بار اور وہ اس لیے کہ انقطاع

ہر عالم کا اور اس کی انتہا مقدار عالموں سے ریت کے سمندروں کے ذرات سے جس کا اول اور آخر معلوم نہیں اور وہ تیز ہوا کی طرح چلتے ہیں ہمارے اس جہاں سے جو موصوف ہے مخلوقات کے علم کے انقطاع سے اس کے اول حدوث سے ان جہانوں کی پیدائش آسمانوں سے پہلے تھی جس کے لیے کوئی اول مدت نہیں ہے اگرچہ ان کو تھوڑی عمروں والا فرض کیا جائے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو ستسٹھ باب فتوحات میں فرمایا ہے کہ میں ایک واقعہ میں واقعات سے حضرت ادریس علیہ السلام سے ملا تو میں نے ان سے کہا کہ میں نے ایک واقعہ میں ایک شخص کو دیکھا طواف میں اس نے مجھے خبر دی کہ وہ میرے اجداد میں سے ہے تو میں نے اس کی موت کے زمانے سے سوال کیا تو جواب میں فرمایا کہ کچھ اور چالیس ہزار سال پھر میں نے ان سے حضرت آدم کے متعلق پوچھا اس لیے کہ ہمارے ہاں تاریخ میں اس کی مدت ثابت ہوئی ہے تو فرمانے لگے کہ کس آدم سے سوال کر رہا ہے؟ وہ آدم جو سب سے قریب ہے یا اس کا غیر تو ادریس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تحقیق میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں اور میں جہان کے لیے کوئی ایسی مدت نہیں جانتا جہاں عالم رک جائے اور مخلوق کی مدتیں مدت کے انتہاء سے نہایت کو پہنچتی ہیں خلق کی انتہا سے نہیں کیونکہ خلق انفاس کے ساتھ متجدد ہوتی رہتی ہے تو حق تعالیٰ ہمیشہ خالق رہے گا۔ اور دنیا و آخرت ہمیشہ رہے گی، پھر میں نے کہا اے اللہ کے نبی! مجھے قیامت کی علامات میں سے کوئی علامت بتاؤ! تو انھوں نے فرمایا کہ تمھارے باپ آدم اقرب کا وجود قیامت کی علامت ہے

تو میں نے پوچھا

کہ دنیا سے پہلے بھی اس کے سوا کوئی جگہ تھی؟ تو انھوں نے فرمایا کہ وجود کی جگہ ایک ہے اور دنیا دنیا نہ تھی مگر تمھارے ساتھ۔ اس کے عین سے پورا ہوا کلام۔

تو ادریس علیہ السلام علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام وآلہ کا یہ درس ازل اور ابد میں اللہ کی مخلوق کے غیر منقطع ہونے کی خبر دیتا ہے۔ ساتھ حادث ہونے مخلوقات کے کلام منصوص اور منطوق کے ساتھ اس میں کیونکہ علیہ السلام نے تصریح فرمائی خلق کے منقطع نہ ہونے کی

جس طرح کہ فرمایا کہ " خلق کی انتہا سے نہیں اور تصریح فرمائی ازل اور ابد کی جانب سے نہایت نہ ہونے کی جس طرح فرمایا" حق تعالیٰ ہمیشہ خالق ہے اور دنیا و آخرت ہمیشہ رہے گی بعد اس کے اپنے قول سے واضح فرمایا کہ میں جہان کے لیے کوئی مدت نہیں جانتا، جہاں وہ کھڑا ہو جائے اور میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں یعنی اگر عالم کے لیے مدت ہوتی تو وہ جانتے اور ان کی عالم سے اس کے اس قول میں مراد اللہ کے سوا جملہ چیزیں ہیں اس سے ہمارا یہ عالم اور جہان مراد نہیں ہے تو قول علیہ السلام کا خلق الٰہی کی عدم انتہاء کی علت کے ساتھ ہے کیونکہ خلق انفاس کے ساتھ نئی ہوتی ہے اس سے مراد تکوین نہیں ہے ساتھ انفاس مشہور متداول کے ایسی قوم کے علوم میں جو ہر شئی پر ہر نفس میں قائم ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجدید کرتا ہے ازل سے ابد تک ہر ساعت میں تمھارے اس جہان کی طرح بڑا ہو یا چھوٹا پھر اس کو جس وقت تک چاہے باقی رکھتا ہے تو اس کے کلام میں تجدد خلق اور ایجاد میں ہے ۔ مخلوقات کے اعدام میں نہیں ہے اس دلیل سے کہ علیہ السلام کا کلام شیخ کے سوال کے مطابق تھا) ۔

خلق کے اول امر متعلق مخلوقات ازلیہ اور ابدیہ کے عدم انقطاع میں ایجاد مخلوقات یا اعدام کے متعلق نہ تھا جو کہ جمیع افراد ان عوالم متجددہ کے جمیع افراد میں ثابت ہیں ہر آن میں موجود ہونے سے جو اس وجود میں باقی ہیں جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ان کا بقا اور اسی لیے اختصار کیا گیا خلق کے تجدد اور مخلوقات کے ایجاد پر اور اس کے اعدام کے درپے نہیں پڑا مع انفاس کے اور اگر مراد تکوین انفاس ہوتی تو اس کا بیان کرنا اس کے علاوہ ہم یہ کہیں گے کہ تحقیق اس سے مراد تکوین مع الانفاس مصطلح ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے متبادر وہ ہے جس پر ایجاد اور اعدام وارد ہوتا ہے ۔ اگرچہ وجود اور عدم میں سیلان وہاں چشمہ کے طور پر پھوٹتا ہے اور انھوں نے اس پر یہ حکم لگایا کہ وہ ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا تو علیہ السلام کے کلام سے ثابت ہوا اور اس پر بھی مطلوب باب کا خلق کی ازلیت اور مخلوقات کے حدوث سے جیسا کہ ادنیٰ فہم والے پر مخفی نہیں ہے تو حضور علیہ السلام کے قول کے معنی کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خالق رہا اور ہمیشہ خالق رہے گا دنیا اور آخرت میں میں تحقیق یہ دنیا کی عمر کی ساعتوں میں ہوگا اور اس کے انفاس میں اور اسی طرح عدد ساعات عمر

آخرت ابدی اور اس کے انفاس میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے تجدد خلق کے ساتھ اس میں انقطاع کا کوئی وقفہ نہ ہوگا تو اس کا سوا کسی نہایت کے خالق ہوگا اور اسی طرح اس سے خلق متجدد ہوگی دنیا کی خلق سے پہلے تو پھر وہ ہمیشہ سوا کسی بدایت کے خالق ہوگا۔ اور شیخ کے سوال کے معنی بعد افادہ علیہ السلام کے کہ انتہاء مخلوقہ جہانوں کے آجال میں ہوگی خلق دائم میں نہ ہوگی اور عوالم اس مقتضی کی بدولت اہل دنیا اور آخرت کے انفاس کے عدد مطابق غیر متناہیہ ہوں گے ان کے کہنے سے :

کیا دنیا سے پہلے کوئی دوسری دار تھی جو اس کا غیر ہو وہ یہ ہے کہ ان غیر متناہی جہانوں میں ازل اور ابد میں کوئی دار اور جگہ دنیا سے پہلے تھی جو اس دار دنیا کے مشابہ ہو اور علیہ السلام کے جواب کے معنی اس کہنے میں ہے کہ وجود کی جگہ ایک ہے الخ تحقیق اگر ان غیر متناہیہ جہانوں کا لحاظ کیا جائے ان کے موجود ہونے میں تو یہ سب کے سب اس حیثیت کے کہ عنوان ہیں یہ سب بحیثیت وجود کے لیے جگہ اور دار ہیں۔ ایک ہی دار اور جگہ ہے جس میں کوئی تغایر نہیں ہے تو پھر اس کہنے کے کوئی معنی نہیں کہ کہا جائے کہ کیا دنیا سے پہلے کوئی دار تھی جو اس کا غیر ہو کیونکہ وہ تحقیق اس حیثیت سے تو دنیا کی جگہ ہے۔ غیر متناہیہ جہانوں کی جگہوں سے دنیا کا غیر ایک ہی جگہ ہے جس کو وجود کی جگہ کہا جاتا ہے اور اگر ہر جہاں کو اس کے اہل کی خصوصیت سے لحاظ کیا جائے جیسا کہ دنیا جو جو دنیا بنی ہے اور جہانوں میں سے ایک مخصوص جہاں اور عالم ہے وہ اپنے اہل کی وجہ سے ہے تو دار دنیا کے غیر کی جو جگہیں مخلوقہ ہیں اس دنیا سے پہلے وہ سب اس بات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک ایک مستقل جگہ ہے اپنے اہل کے مخصوص احوال کے ساتھ وہ غیر متناہی ہے غیر متناہیہ جہانوں کے عدد کے لحاظ سے ان میں سے بعض دوسرے بعض کے پیچھے متجدد ہے ہر نفس میں جدید خلق کے ساتھ جو دائم ہے غیر منقطع ہے ازل سے ابد تک تو یہ ان میں سے ہے۔ جو مسلک مذکور پر دال ہے اور اس کے لیے شاہد ہے۔

پھر اگر تو کہے کہ شیخ ابن عربی نے فتوحات میں تصریح کی ہے کہ خلق تقدیر کے معنی میں ازلی ہے اور ایجاد کے معنی میں ازلی نہیں ہے اور یہ متناقض ہے اس کے کہ خلق کا ازلی ہونا اس معنی سے جس کا استفادہ کیا ہے ادریس علیہ السلام سے اور اس سے روایت کرتے ہے اس کا افادہ کیا

ہے۔ ہم کہیں گے کہ ایجاد ازلی کی نفی سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ موجود کے قدیم اور اپنی بقا میں مستمر الوجود کو واجب کرتا ہے ابد تک۔ اس ارادہ پر اس نفی کے اس کی عبارت میں جو تعلیل ہے وہ دال ہے جس کا خلاصہ یہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ایجاد ازلی ہو ساتھ اس اعتقاد کے کہ مخلوقات خدا تعالیٰ کے فعل سے ہوئی ہے اس سے تحصیل حاصل لازم آتا ہے یا تناقض اس کے فعل کے اثر سے موجود ہونے میں کیوں کہ فعل کا اثر یہ ہے کہ معدوم کو موجود قرار دیتا ہے اور یہاں عدم نہیں ہے۔ حاصل پورا ہوا۔ اور یہ جیسا کہ تو دیکھتا ہے موجودات قدیمہ میں آتا ہے جن کا عدد غیر متناہی ہے تو اس کے کلام میں منفی ایجاد ازلی ہے جو مخلوقات کے قدیم ہونے کے لیے موجب ہے، ایجاد ازلی مطلقاً نہیں ہے جیسا کہ تو نے معلوم کیا وہاں ایجاد ازلی ہے جو کہ موجودات کے حدوث سے جمع ہوتا ہے اور وہ مفاد ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے دراست کا اور اس مسلک کا حاصل ہے جس کی اثبات کے ہم درپے ہیں۔ اگر تو کہے کہ شیخ کے کلام سے پہلے گزرا کہ ایک ایسے حضرۃ کا ہونا ضروری ہے جس میں افعال کریم حکم کرتے ہیں کہ جیسا کہ کریم، رحیم، غفور اپنے بالفعل یا بالقوۃ آثار کے ساتھ کیونکہ امکان ہمارے لیے ایسا ہے جیسا وجوب اللہ تعالیٰ کے لیے اور یہ صریح ہے اس میں کہ خدا تعالیٰ لازم نہیں ہے کہ ازل ابد میں بالفعل خالق ہو بلکہ جائز ہے کہ وہ خالق ہو بالقوۃ اس معنی سے کہ اس پر اس کو قدرت ہے جیسا کہ اشاعرہ کہتے ہیں تو پھر لازم نہ ہوا خدا تعالیٰ کی خلق اور اس کے ایجاد کا ازلی ہونا ساتھ حدوث مخلوقات اور یہی مطلوب ہے تو یہ کلام شیخ کا مناقض ہے اس کے جس پر حضرت ادریس کی دراست کو حمل کیا ہے ہم (جواباً) کہیں گے کہ شیخ کی اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ اسماء فعلیہ الٰہیہ ان کا کمال قدیم تاثیر ہے فعل کے مرتبہ میں مخلوقات کے ایجاد دائمی کی حیثیت سے ازل سے لے کر ابد تک عرصہ وجود خارجی تک اس کے عدم کے چھپی ہوئی جگہ سے اس طرح اس کے لیے قوت کے مرتبہ میں تاثیر ہے اور اللہ تعالیٰ کی قوت اور قدرت اس کے غیر کی قوت اور قدرت کی طرح نہیں ہے جو اس کے تعطل کو لازم کرے ایجاد فعل سے موجب ہو اس کے عدم تاثیر کا بالفعل اور یہ اس لیے ہے کہ ہماری وصف امکان ذاتی دائم اللہ تعالیٰ کی وصف وجوب ذاتی کی طرح ہے تو ہم عدم میں متاثر ہیں منفعل ہیں اس کے فعل سے کیونکہ ہم

پر عدم کا ہونا ہماری ذوات کی طرف سے نہیں ہے ورنہ ہم ممکن نہ ہوتے بلکہ ممتنع ہوتے تو ہماری ذوات کے لحاظ سے ہمارا وجود اور عدم مساوی ہوا اور وہی ہمارے اندر ہمارے عدم کے لیے ہمارے وجود پر مرجح ہے تو اس رضی اللہ عنہ کا کہنا بالفعل یا بالقوۃ اس کے فعل کی ازلیت کے لیے تعمیم ہے۔ تو وہ وجود اور عدم کی صورت کے منافی ہے یہ اشارہ ہے اس کی طرف کہ جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خالق رہا اس معنی سے کہ وہ ہمیشہ اس پر قادر رہو گا۔ موثر نہ ہو گا اس نے اس دقیقہ کو نہیں سمجھا اور نہ ہی اس نے یہ جانا ہے کہ اگر ہم زمانے کا خلو مخلوقات سے فرض کریں۔ اور کہیں کہ اس کے خلق قدیم کے معنی نہیں ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی اس پر قدرت خلق پر تو بھی اس کے فعل کی ازلیت لازم آئے گی اور اس کی تاثیر موجودات کے حقائق میں تو اللہ تعالیٰ کا فعل مطلقاً ازلی ہے اس کے لیے حضرت وجودیہ اور امکانیہ کا ہونا ضروری ہے جس میں افعال کے اسماء حکم کرتے ہیں اپنے ازلیہ ابدیہ آثار کے ساتھ اس میں تاثیر بالفعل فرض کیا جائے گا یا بالقوۃ پس اللہ سبحانہ ایسی قوت سے پاک ہے جو مہلت اور تعطل کو لازم کرے۔ پس اس کو جب اس وجہ پر تو نے معلوم کیا تو شیخ (ابن عربی) کی فعل کی ازلیت کی نفی نہ ہو گی بلکہ اس کا اثبات ہو گا۔

پھر اگر تو کہے کہ شیخ کے کلام میں یہ تصرف اور تاویل کیا اس سے اس کے عامل کے لیے کوئی تصریح ہے اس ورا سہ اور ایسی کے غیر کسی دوسرے شیخ کے کلام میں کہ فعل باری تعالیٰ کا ازلی ہے۔ ہم کہیں گے کلام شیخ کا اس سے اصرح ہے۔ اس کے کلام سے فتوحات میں جس طرح انہوں نے فرمایا ہے کہ خالق مخلوق کے سوا اور رازق مرزوق کے سوا یہ معطلہ حقائق ہیں یہ کلام نص ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ کے لیے واجب ہے کہ وہ خالق، رازق ہو ابد اور ازل میں بالفعل لا بالقوۃ ورنہ لازم آئے گا۔ افعال قدیمہ کی صفات کا تعطل۔

پس اگر تو کہے کہ یہ مسئلہ ایسا ہے جہاں اکثر عقول کے اقدام پھسل جاتے ہیں پھر اس پر کون ایمان لائے گا اس عارف وارث کی تقلید پر تجھ سے طلب کرے گا اس کے کلام سے زیادہ بسیط بیان میں اور اصرح اشاعرہ کے رد میں جو کہ قائل ہیں دھر کے خالی ہونے مخلوقات سے اور اس کی ابتدا ایک معین حد سے ہے۔

ہم کہیں گے کہ شیخ اکبر کے کلام میں سے ہے اس مسئلہ میں اول فتوحات کے عقیدۃ الخواص میں اور فتوحات کے بعض نسخوں میں یہ نہیں ہے کیونکہ یہ ایک مستقل رسالہ ہے جس کا انہوں نے نام رکھا ہے "کتاب المعرفۃ" جس کا معنی یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وجود میں نہیں ہے اور عالم اور باری تعالیٰ کے درمیان کوئی زمانی امتداد نہیں ہے جس طرح متکلمین کی ایک جماعت نے اس کا وہم کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ عالم کے پیدا ہونے سے پہلے ایک زمانی امتداد تھا موہوم مقدر ازل کی جہت سے غیر متناہی اور اس کے آخر طرف کی منتہا اول خلق عالم ہے اور یہ تصور وہمی ہے کیونکہ یہ امتداد اگر خارج میں موجود ہے تو جملہ عالم میں سے ہے پس اگر وہ قدیم ہوگا یعنی یہ لازم ہے ان کے کہنے سے کہ ازل کی طرف سے غیر متناہی ہے ازل کی جہت سے تو یہ فرض کے مخالف ہوگا کیونکہ فرض یہ کیا ہے کہ سارا عالم حادث ہے اور اللہ تعالیٰ تھا اور کل معدوم تھا۔ اگرچہ موہوم صرف اور مقدر محض کیوں نہ ہو تو وہ عدم میں متوہم ہے اور مقدر ہے اور معدوم مطلق ہے تو حق اور عالم کے درمیان میں کوئی ابتدا نہیں ہے ساتھ اس کے کہ عالم نہ تھا پھر موجود ہوا اور جب تو اس معنی میں تامل کرے گا۔ تو اشکال سے خالی نہ ہوگا۔اھ

فتوحات کے باب دوم کے آخر میں کہا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ زمانہ حق کے وجود اور اس اس تعالیٰ کی ابتدا سے منتفی ہوگا تو عالم غیر زمانہ میں موجود ہوگا۔ ورنہ لازم آئے گی قبلیت حق کی عالم سے زمانہ میں اس سے اللہ تعالیٰ منزہ ہے۔

پس حقائق کی جہت سے ہم یہ نہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ عالم سے قبل موجود تھا کیونکہ قبلیت زمانہ کے صفات میں سے ہے اور ہم یہ بھی نہ کہیں گے کہ عالم وجود حق کے بعد تھا کیونکہ وہاں کوئی بعدیت نہیں ہے ورنہ اس سے حق تعالیٰ کی قبلیت لازم آئے گی تو پھر ہم کہیں گے کہ عالم حق کے وجود کے ساتھ ہے کیوں کہ موجد، فاعل، اور مخترع ہے اور حال یہ ہے کہ عالم میں سے کوئی چیز نہ تھی تو حق بذاتہ موجود ہے اور عالم اسی کے ساتھ موجود ہے۔ اھ۔

پس ان کا رضی اللہ عنہ یہ کہنا کہ عالم اور باری تعالیٰ کے درمیان کوئی امتداد زمانی نہیں ہے اس کے بیان کے آخر تک یہ اس کا صریح ابطال ہے جس (عقیدہ) پر متکلمین ہیں کہ تحقیق عالم بداہت

زمانی سے مبتدأ (اور شروع) ہوا ہے۔ اس کی طرف امتداد ازلی کا آخر منتہی ہوا ہے اور اس پر یہ حکم لگایا ہے کہ یہ وہم کا حکم ہے اور اس کے من گھڑت اور موہوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امتداد موہوم تقاضا کرتا ہے اپنے جیسے ایک امر غیر قار مقدر کی جیسا حرکت فلک ہے مثلاً اور ازل حق کے ہمیشگی کا تعبیر ہے جو کہ اس کے وجود کی وصف سے ماخوذ ہے اور عدم بدایت سے موصوف ہے تو یہ حق کی صفت ہے اور اس کی طرف زوال کے عارض ہونے سے منزہ ہے اور اس کے وجود میں شئ کا ابدی سیلان اگرچہ اس کے زوال کا موجب نہیں ہے بالکلیہ وجود کے انقطاع کے معنی میں لیکن بعض اجزاء کے زوال کو اور دوسرے بعض کے وجود کو تعاقب کے طور پر اور دوامی الہیت سیلان سے مقدس ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی خلق کے درمیان امتداد کے توسط کا تصور کیا جائے اللہ تعالیٰ اس سے نہایت بلند ہے اس باب میں نہایت یہ ہے کہ زمانہ کے لباس میں بند اور اپنے احکام سے گھرا ہوا جب قصد کرے گا اس دمنہ اور ہمیشگی کے تصور کو اگرچہ ادنیٰ قدر سے ہو اور خارج ہو اجرام عالیہ کی حرکات کے نیچے سے تو اس کے ذہن میں لامحالہ نقش ہوگا نہایت ممکن تعقل سے ایک سیال چیز کی چیز کی صورت مقدر دوسری چیز سے جو اس جیسی ہے اور وہ مہل ہے جس کو فارسی میں بدرنگی سے تعبیر کیا جاتا ہے تو یہ مہل اپنی ذات میں غیر قار ہونے میں دوام الٰہی کی ایک تنزلی صورت ہے نیچے والی چیزوں کے ذہنوں میں بلکہ اس سے مدرک عقول عالیہ اور نفوس مجردہ کے لیے بھی یہی صورت تنزلی ہے ان میں سے ہر ایک کے اندر لائق ارتسام کے کے موافق حق کے دوام اور تسرمد کی عزت اور غلبہ کے لیے اس کی حقیقت میں ہر مدرک سے پس حق کی ہمیشگی کا لون مدارک میں لون ہے۔ اس کے ظرف کا جو مدارک ہیں سوا اس کے کہ اذہان عالیہ عقول اور اجرام کے نفوس سے اس صورت وہمیہ سے مقدس ہیں اپنی حریت میں غلامی انفعال سے اوضاع فلکیہ کے ساتھ۔ پس عقل جو کہ وہم کے غلبہ سے آزاد ہے جب اللہ کے مدد سے حضرات عالیہ کی طرف دیکھے گا اور تاریکی والے بزرخ کی تاریکیوں سے انسلاخ پر سامنے ہوگا اور شروع ہوگا اشراقی نوری کے چمکاروں سے عالم عقول قدسیہ کے لحوق کی طرف اس نے مکروہ سمجھا اوہام ہیولیٰ سافلہ کو جو ظلمت سے پیدا ہوتے ہیں اور میلی طبیعت کے اندھیروں سے

حدود کے قید میں بند ہیں اور اس سے پکھ لیا مزا ہمیشگی اور سرمدیت کا جیساکہ اس کی حقیقت کا حق تھا تو
پھر جمع کرنا ان دونوں قولوں کا ، حق اور عالم کے درمیان ابتدا نہیں ہے اور عالم نہیں تھا پھر موجود ہوا
اگرچہ یہ جمع اشکال سے خالی نہیں ہے ۔ اکثر عقول میں لیکن عقل مدکوز سوار اشراقات نور کے اجنحہ
(پروں) پر مبادی عالیہ قدسیہ سے اس کا حال وہ ہے جس کو دوسرے کلام میں بیان کیا ہے
فتوحات سے تو یہ عقل جاتا ہے کہ جب زمانہ منتفی ہوا حق کے وجود اور ابتداء سے اور اسی طرح
اس کی صفات سے اور اس کے اسماء سے اور اس کے ازلی فعل سے تو عالم صادر ہوگا اس
سے جس کی ذات اور صفت فعل ہے وہ غیر زمانہ میں موجود ہوگا لامحالہ ورنہ حق کی قبلیت عالم
پر لازم آئے گی اور اس کے جملہ سے زمان بھی ہے زمانے کے طور پر اور حق تعالیٰ اس سے منزہ
ہے پھر وہ ساتھ لازم کرنے اس کے ایسی چیز کو جو حق تعالیٰ پر جائز نہیں ہے لازم کرتا ہے زمانے
کے وجود کو اس کے عدم کے فرض اور لازم کرتا ہے غیر زمانہ کو بھی وہ جس میں عالم موجود ہوا وہ وہی
ہے جس میں اس کی صفات اور اس کے افعال موجود ہوئے اور اس سے ہماری عبارت کی
غایت ہے حق کا ہمیشہ ہو اور ہر چیز جو اس میں موجود ہوگی اس کے وجود کے لیے نہ تو
بدایت ہوگی اور نہ نہایت ہوگی ورنہ یہ لازم آئے گا کہ اس کی دیمومتہ اور اس کے موجودات کے
لیے قبلیت زمانی موجود مبتدا پر ہوگی اور مفروض اس کا تقدس ہے اس سے تو یہ عقل حقائق
کی جہت سے نہ کہے گا نہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ عالم سے پہلے موجود ہے اور نہ یہ کہے گا کہ عالم حق کے
بعد موجود ہے بلکہ یہ کہے گا کہ عالم حق کے وجود کے ساتھ ہے کیونکہ وہ فاعل اور مخترع ہے اور اس
کا فعل اور اختراع ازلی ہے پس عالم ہمیشہ موجود تھا حق کی ازلیت کے ساتھ پس وہ اس لیے
موجود ہے اور فی ذاتہ معدوم ہے پس شیخ کا یہ کلام فتوحات میں بظاہر عالم کے لیے قدم زمانی
ساتھ حدوث ذاتی کے فائدہ دیتا ہے لیکن علم محیط ہے اور یہ اس سے نہیں ہے جس کی طرف
شیخ گیا ہے تاکہ شیخ ابوالفتح محمد بن مظفرالدین صدیقی مشہور شیخ مکی کے ساتھ اپنے رسالہ
الذابة عن فصوص الحکم میں کہا ہے : میں نے فتوحات اور شیخ کے دوسرے کلام کی تیس سال سے
خدمت کی ہے اور میں نے کوئی ایسا کلام نہیں پایا جس میں قدم عالم کی تصریح ہو تب اس
کلام کا محمل اللہ تعالیٰ کے فعل کی ازلیت پر حمل کیا جائے گا [illegible]

ہے ساتھ اس کے کہ عالم کی ہر چیز فی نفسہ حادث ہے عدم اس کے دونوں طرفوں سے احاطہ کرتا ہے اور عدم کے ہر موجود پر سابق ہونا اور اس کا اس تأخر اس سلسلے میں جو ازل میں غیر منقطع ہے اور حق کی دیمومیت اور ہمیشگی ایسا معنی ہے کہ جب اذہان سافلہ تنزل کریں تو ان کے خیال میں سبق ذاتی اور اس تأخر کی صورت میں متنقش ہوتا ہے یا اس کے عقل میں مرتسم ہوتا ہے سبق ذاتی اور اس کے تاخر کی صورت میں کیونکہ ان دونوں کے سوا کوئی تیسرا نہیں ہے منفعلیں کے ادراک میں اوضاع فلکیہ کے ساتھ ان دونوں کے تنزہ کے ان دونوں صورتوں سے حق کے دوام اور ازلیت میں اور عقل سلیم اس کو جائز قرار دیتا ہے جو اس کو احاطہ نہ کرے۔ اور رہی غائب کو شاہد پر قیاس کرتا ہے پھر اس کا یہ کہنا کہ حال یہ ہے "کہ عالم میں سے کوئی چیز نہ تھی پھر موجود ہوئی" اس کا معنی یہ ہے کہ چیزیں ایک حالت پر تھیں جس سے اذہان زمانیہ تعبیر کرتے ہیں کہ یہ چیزیں عدم کے بعد حادث ہوئیں لیکن سلسلہ ایجاد میں ازلیہ ابدیہ ہیں پھر قبلیت اور بعدیت جو حق کے دوام میں متحقق ہے اور اس کی ازلیت اس قبلیت اور بعدیت کا غیر ہے جو زمان میں متحقق ہے اور یہ کلام ہے شیخ رضی اللہ عنہ کے کلام کی تحقیق میں اور قبلیت حق کی موجودات سے اور اس کی بعدیت ان سے اس کی تحقیق جیسا کہ کتاب اور سنت کا مفاد ہے انشاء اللہ تعالیٰ آخر کتاب میں آئے گی اور شیخ کے اس کلام کی نقل سے باب کا مقصود یہ ہے کہ شیخ مصرح ہے کہ دھر خالی نہ ہوگا اور موجودات کے ہمیشگی کا بھی انکار کرتا ہے جس طرح اس کے متکلم قائل ہیں اور یہ انکار وہی ہے جس کو ہمارا مسلک مقتضی ہے اور اس باب میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس نے ازلیت موجودات کے متعلق تحریر کیا ہے وہ اس کے قدم پر ظاہر ہے حالانکہ وہ خود اس کا قائل نہیں ہے تو اس کو ہم نے پھیر دیا خلق کے قدم کی طرف ساتھ حدوث موجودات کے ساتھ حدوث موجودات کے تو یہ تصریف اگر بعض عقول پر سخت گزرتی ہے تو ہمارا مسلک اس پر موقوف نہیں ہے اس کو سمجھا جائے۔

فصل : پس اگر تو یہ کہے کہ یہ اہل کشف کے عارفوں کے اقوال ہیں تو کیا ظاہر شریعت کے علماء میں سے کسی متکلم کا قول اللہ تعالیٰ کے افعال کی ازلیت کی طرف ناظر ہے۔[1]

---

[1] یہاں بیاض ہے۔

اہل تقلید کے جو قاصر لوگ ہیں ان کا قول اس کے پاس ٹھہرتا ہے ہم تجھے دیکھتے ہیں ان مباحث میں کہ تو مائل ہے اپنے اس مسلک کے توافق کی طرف ان کے اصول سے ؟ ہم کہیں گے کہ یہاں ایک مقدمہ کا پہلے لانا واجب ہے اور وہ یہ کہ شریعت مقدسہ کے علماء متقدمین سے ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور ان سے پہلے اور ان کے بعد جنھوں نے ان کی پیروی کی ہے اُن کی علمی برتری کی وجہ سے اور قدم بقدم ان کے راستے پر چلے ہیں معارف کے اتقان میں تحقیق ان سے اصول مجملہ منقول ہیں جو کہ متعدد وجوہ کا احتمال رکھتے ہیں جس کو ان اصول منقولہ کے الفاظ احتمال رکھتے ہیں جس کو ان اصول منقولہ کے الفاظ احتمال رکھتے ہیں تو وہ اصلی صورت میں تحریر نہ کیے گیے اور اس میں اقوال اوہام ردیہ سے غیر پاک مل گئے جو کہ منتحلین کی تحریف سے مشابہ ہیں تاکہ واقع ہوا اس کا مثل شیخین ابوالحسن اشعری اور ابومنصور ماتریدی کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں سے واقع ہوئے۔ ان دونوں شیخوں کے کلام میں اور یہ مصیبت مختص نہیں ہے ۔ ان ائمہ کے اصول کی تحریف کے ساتھ بلکہ اوائل کے کلام کو بھی عام ہے جیسا افلاطون موید اور ارسطاطالیس معلم اللہ کی ان پر اور ان کے ساتھیوں اور ساتھیوں کے ساتھیوں پر رحمت ہو خاص طور سے ان متاخرین سے جنھوں نے ان کے کلمات کو عربی میں پیش کیا ہے ۔

جب اس کی تمہید ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ فقہ اکبر کتاب کی ابوحنیفہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت تواتر سے صحیح ہے اور اس کی صحت جامع صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت سے کم درجہ نہیں ہے وہ (امام ابوحنیفہ) اس (فقہ اکبر) میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق تھا قبل اس کے کہ پیدا کرے اور رازق تھا قبل اس کے کہ رزق دے تو ہمارے ہاں ان سے یہ ایک اصل ثابت ہے اور اس کی تحریر ان کے اصحاب کے ہاں مختلف رہی ہے جیسا کہ ابن ہمام نے مسائرہ میں کہا ہے کہ شیخ ابومنصور کے عہد سے شارح ابن شریف نے مسامرہ میں کہا ہے کہ یہ اختلاف چلا آرہا ہے مصنف کے عہد تک . تو متاخرین حنفیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صفات جو تکوین کی طرف راجع ہیں اس معنی سے کہ وہ صفات اس کے نیچے مندرج ہیں اور اسم تکوین ان سب پر صادق آتا ہے یہ سب صفات قدیمہ اور سات صفات پر زائدہ ہیں تو انھوں نے ان کے

(امام ابوحنیفہ) کلام سے خلق کا قدیم ہونا سمجھا ہے اور اس کا اعتقاد کیا ہے اس بنا پر جو لفظ کی حقیقت ہے کیونکہ خالق کا اطلاق خلق پر قادر کے معنی میں مجاز ہے از قسم اطلاق ما بالقوۃ کا ما بالفعل پر اسی طرح رازق وغیرہ ہے جس طرح اس تجوز کی طرف گئے ہیں اشاعرہ۔ انہوں (ماتریدیوں) نے کہا کہ اگر یہ مجاز ہو جس طرح اشاعرہ کہتے ہیں۔ تو اس کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرنا حقیقۃً میں صحیح ہوتی اور ہمارا یہ کہنا کہ اللہ ازل میں خالق نہ تھا ایک قبیح چیز ہے اور ادب کے طور پر اس کا نہ کہنا اور حقیقت کے طور پر صحیح ہونا قباحت عقلی کے نفی کو لازم نہیں کرتا اور وہ اشتغال کا مادہ ہے معطل ہونا اس صفت کے لیے مختص ہے اور باری تعالیٰ کی صفات نقصان سے مبرا ہے۔

پھر اگر تو کہے کہ ایجاد پر قدرت بھی ایجاد ہے اور قدرت فی الحقیقۃ صحت فعل اور ترک سے عبارت ہے۔ تو فاعل جب اپنے فعل پر تمکن رکھتا ہے اور کسی حکمت کی وجہ سے وہ ترک ایجاد کا تقاضا کرتا ہے تو اس کو نقص نہیں کہا جاتا۔ ہم جواب میں کہیں گے کہ ایجاد پر قدرت یہ افعال کی صفات میں سے نہیں ہے جن میں ہمارا کلام ہے اور ان صفات میں سے ایجاد اور تخلیق کا عین ہے پھر اگر تو یہ دعویٰ کرے کہ وہاں تو صرف قدرت ہے۔ تو پہلے گزر چکا کہ شے پر قدرت اس کا غیر ہے تو خلق اور ایجاد پر قدرت خلق اور ایجاد کا غیر ہے اور اگر تو قدرت کے ساتھ خلق کا تعبیر کرے تو یہ مجاز ہے جس کا حال تو کئی وجوہ سے سن چکا ہے تو ثابت ہوا کہ خلق مقدور اس وقت فی نفسہٖ اللہ تعالیٰ کے فعل کی صفت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نفس قدسی کے لیے ثابت کیا ہے جیسا کہ اس کے لیے قدرت کو کیا۔ تو اگر یہ فعلی صفت اپنے فعل کو لازم ہوگی تو ٹھیک ہے ورنہ اپنے فعل سے معطل ہوگی جو اس کا کمال ہے اور یہ تعطل مستحیل نقصان ہے ذات واجب کے جملہ مستندات پر علاوہ یہ کہ قدرت علی الخلق جب تک اس کا اپنے مقدرات میں سے کسی مقدور سے تعلق نہ ہوگا۔ تو اس کا تاثیر معطل ہوگا۔ جیسا کہ اس کا نقل شیخ اکبر کے کلام سے گزرا اور مقدور کے چھوڑنے کی صحت کا اس کے حقیقت میں اندر داخل وہ اس کو لازم نہیں کرتا کہ اس کے تاثیر کا ترک اس کے مقدرات میں تعطل ہوگا اس کے کمال سے ہاں یہ اس کی حقیقت سے اس کے

نکلنے کو لازم نہیں کرتا کیونکہ کسی شے کا تعطل اس کے مخصوص کمال سے اس کے حقیقت سے نکلنے کو واجب نہیں کرتا۔ تو جو شخص کتابت پر قادر ہے یہ وہ ہے کہ اس سے اس کا کرنا صحیح ہو اور اس کو چھوڑنا اس پر قدرت کی حقیقت سے اس کو نہیں نکالتا لیکن اس کی قدرت معطل ہوگی اور اس کا تاثیر خاص بھی جو اس کا کمال ہے اور اس جیسے تعطلات جو نقص کے لیے مستلزم ہیں. واجب کی صفات پر جو کہ کمال محض ہیں جائز نہیں ہے. تعالیٰ شانہ (اس کا شان بلند ہے) اور تو نے جو ذکر کیا ترک کو حکمت کے لیے جو اس کے لیے مقتضی ہے تو حکمت خواہش ہی رکھتی ہے۔ کسی مقدور کے ترک کو ایک شر غریب کی وجہ سے جو اس کو لازم ہوتا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قدرت کسی بھی مقدور سے اصلاً تعلق نہیں رکھتی اس کی بنا اس پر ہے جو اس شخص کا مقصد ہے جو لمبے موہوم کو دین جانتا ہے موطن کی خلق سے جس کا نام ہے موجودات کے علم سے خارج ایک طویل زمانہ جس کے لیے کوئی اول نہیں ہے اور اس کے آخر کی انتہاء ہوئی ہے۔ موجودات کی خلق کی ابتدا سے تو یہ حکمت کا نقیض ہے اور اس کے مخالف ہے۔ یہ کیسے ہوگا حالانکہ مقدورات اللہ تعالیٰ کے اس حیثیت سے کہ وہ تمام اسماء کے جولانگاہ ہیں. خیر اور جمال ہیں۔ ذات کے لحاظ سے اور اسی جیسے کا اظہار حکمۃ اور رحمۃ کا عین ہے اور اس پر جو شر نسبی طاری ہوتا ہے، ساتھ اس کے ذاتی خیریت کے اس کی کوئی مقدار نہیں ہے بہ نسبت اس کے جس میں کسی بھی شر اضافی کا تقاضہ نہیں ہے جو اس کے اس ترک کو واجب کرے اور یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جمیع اسماء اس کی بلند ذات کے لیے کمالات ہیں، اس کا شان بلند ہو اور ان کے کمالات ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان کے آثار کے صدور پر مدح کی جاتی ہے اس کی جس سے یہ آثار صادر ہوتے ہیں کمال اور حسن صادرون اور افعال سے تو اس وقت ہر اسم اللہ تعالیٰ کے افعال کے اسماء سے جو ہم تے اس کے اثر کے صدور کو بالقوۃ فرض کیا فعل کے سوا تو اس اسم کا یہ کمال نہیں ہوگا مگر کمالات منتظرہ سے سوا فعلیت کے اور اس میں شک نہیں ہے کہ کمالات میں فعلیت کا فقدان نقص ہے۔ جس سے واجب تعالیٰ کے کمالات مقدس ہیں۔ اور یہ تین وجود متبائنہ ہیں اور دوسری

عبارت سے ایک معنی کے حکم میں نہیں ہیں ۔ جیساکہ فطین فکر کرنے والے پر مخفی نہیں ہے پس واضح ہوکہ اللہ تعالیٰ کے افعال سب کے سب قدیم ہیں ۔ اور اس کے ان کا پیدا کرنا غیر متناہیہ عوالم کا ہوا ہے ازل اور ابد میں اس پر یہ براہین قطعی عقلی قائم ہوتے ہیں ۔ جو مستقض نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ کی حمد سے کسی عقلی اور شرعی محال سے جس کا مفصلاً ذکر پہلے گزر چکا ہے اور یہ براہین اس کے لیے صلاحیت رکھتے ہیں ۔ دلیل کے طور پر جو ائمہ شرع سے کہتا ہے تکوین صفت کے قدم کا اور اس کو سات صفات پر زائد مانتا ہے اور اللہ پاک ہے جو کچھ حق ہے اس کے پاس اس کو زیادہ جاننے والا ہے اس کا شان بلند ہے اور اس کا سلطان اور برہان غالب ہے ۔

(جاری رہے)